ضبط و ترتیب: ادارۃ الحق

حج کی اہمیت اور فضیلت

جذبۂ عشق و عبادت کی تسکین

(خطبۂ جمعۃ المبارک ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ)

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) قال اللہ تعالیٰ وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تابعوا بین الحج والعمرۃ فانھما ینفیان الفقر والذنوب۔

وقال النبیؐ علیہ السلام من ملک زادًا و راحلۃً۔ (الحدیث)

محترم بزرگو! اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اوّل —— کلمۂ شہادت ہے پھر نماز، پھر روزہ پھر زکوٰۃ ہے۔ پھر حج۔ حج اللہ کے بیت کی زیارت کا قصد کرنا ہے۔ اوقات مخصوصہ میں افعالِ خاصہ کے ساتھ شوال ذی قعدہ اور ذی الحجہ اشہر حج کہلاتے ہیں احرام باندھنے کے لیئے ان تین ماہ سے تقدیم مناسب نہیں، ان ایام میں بقصدِ حج احرام باندھ کر بیت اللہ جانا طواف زیارت کرنا، سعی کرنا، عرفات جانا، مزدلفہ اور منیٰ میں ٹھہرنا، رمی کرنا اور کئی دیگر مناسک کی ادائیگی جو کتابوں میں مذکور ہیں۔ حج سے عبارت ہیں۔

عرفات کیلئے نویں ذی الحجہ کی اور بطور افضلیت طواف زیارت کیلئے دسویں دن مخصوص ہے۔ تو حج کے اوقات بھی مخصوص ہیں اور امکنہ یعنی مقامات بھی مخصوص ہیں اور ادائیگی کی کیفیّت اور حاجی کی حالت اور شان بھی مخصوص ہے۔

اس وقت تفصیل کا وقت نہیں، اتنا سمجھنا چاہیئے کہ جن وانس کی پیدائش کا مقصد عبادت ہے

اور عبادت کیلئے عبادت گاہ پہلے سے چاہئے۔ جیساکہ ہم تجارت کا ارادہ کرلیں تو اس کے لئے منڈی دوکان اور بازار دیکھتے ہیں تب تجارت ہوتی ہے، مدرسہ ہے سبق پڑھنے کے لئے تو اس کے لئے جگہ سامان کتابیں اور مکان ضروری ہے، عمارت ہوگی تو طالب العلم کو اس میں سبق پڑھایا جائے گا۔ تو اللہ نے جن وانس کی پیدائش سے پہلے ہی اس کے لئے عبادت گاہ بنائی۔

ان اوّل بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکًا وھدًی للعٰلمین۔ اس کی نظر رحمت اور توجہ، تخلیق ارضی سے پہلے اس مبارک اور مقدس خطّہ پر ہوئی اور اس مقام پر خداوند قدوس کی تجلّیات کے نزول کا سلسلہ شروع ہوا، اور جس طرح کہ آپ دنیا میں دیکھتے ہیں کہ بادشاہ کی ساری مملکت اسکی ملک ہوتی ہے مگر ایک اس کا خاص قیام گاہ اور محل ہوتا ہے جسے خاص شان اور مقام حاصل ہوتا ہے۔ خداوند کریم مکان سے منزّہ ہے وہ تو امکنہ کا خالق ہے، مکین نہیں نہ اُسے کسی مکان و زمان کی حاجت ہے۔ مگر اس کی تجلّیات کا نزول اس مکان پر لگاتار ہوتا رہتا ہے۔ جسے ہم کعبہ مکرمہ کہتے ہیں اور یہی شرف باعث ہے جسکی وجہ سے مسلمان جہاں بھی ہو سفر میں یا حضر میں نماز پڑھتے وقت قبلہ رخ ہوگا تب نماز صحیح ہوگی یا قبلہ کی تحرّی کرے گا تب قبول ہوگی۔ الغرض خانہ کعبہ محل نزول تجلّیاتِ باری تعالیٰ ہے، اور مرکز جمال ہے اور مخلوقات میں اس تجلّی کی نظیر ایسی ہے کہ آئینہ سورج کے سامنے کردو تو سورج جو کئی کروڑ میل دور اور آئینہ سے کئی کروڑ گنا بڑا ہے مگر آئینہ میں بوجہ شفاف ہونے کے سورج کی شعاع اور عکس آجاتا ہے۔ اس تجلّی شمس کی وجہ سے آئینہ پر اثراتِ سورج مرتب ہونے لگتے ہیں۔ مثلاً سورج گرہن ہو تو بعض لوگ آئینہ سورج کے سامنے رکھ کر اس کا عکس دیکھنا چاہتے ہیں، اس سے بھی کئی لوگ اندھے ہوئے ہیں، جبکہ اس وقت اسکی شعاع اور روشنی مضمحل ہوتی ہے اور آتشی شیشہ میں تو سورج کی حرارت اور گرمی بھی جو خاصہ شمس ہے آجاتی ہے۔ تو گو سورج کا قرص اور جسم بھی اپنی جگہ پر ہے، اور نہ اسکی شعاع اور حرارت کو آئینہ نے احاطہ کرلیا ہے بلکہ وہ بھی اپنی جگہ پر ہیں، مگر اس کا انعکاس ہوگیا تو شیشہ روشنی کا مرکز بن گیا۔ تو مظہر تجلّی ہونے کی بھی ایسی ہی صورت ہوتی ہے۔ ہمارے حضرۃ مولانا محمد قاسم ؒ نے ایک نکتہ یہ بھی بیان کیا ہے کہ درحقیقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مظہر تجلّی ہیں اور خانۂ کعبہ عکسِ مظہر تجلّی ہے۔ بہرحال اللہ نے تخلیق آدم وجن اور تخلیق ارض سے پہلے بیت اللہ کے خطّہ کو پیدا فرمایا اور ان الارض دُحیت من تحتہا۔ اس کے نیچے سے ساری دنیا پھیلائی گئی اور جس طرح تمام حیوانی اور جسمانی عناصر کی اصل زمین ہے۔ اسی طرح ہماری زمین کا مرکزی نقطہ یہی خانہ کعبہ بنا دیا گیا، پھر اسے تمام فیوض وبرکات کا محور قرار دیا گیا اور اللہ نے اسے سارے

انسانوں کے قیام کا ذریعہ کہا جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس۔ (الآیہ) پھر امن و امان اور ساری خیر و برکت کا سرچشمہ بھی اسے بنا دیا۔ اذجعلنا البیت مثابۃً للناس و امناً۔ اور جب ہم نے بنایا بیت اللہ کو خیر و برکت اور امن کی جگہ جس کی طرف انسان بار بار لوٹتے رہتے ہیں۔

روایات میں ہے کہ خیمہ کی شکل میں ایک موتی کو اتار کر یہاں رکھا گیا اور فرشتے نامعلوم مدت تک اس کا طواف کرتے رہے، پھر جنات آئے پھر انسان کا دور آیا، سب وہاں اللہ کی عبادت کرتے رہے۔ پھر اسکی تعمیر طوفانِ نوح کے بعد حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام جیسے جلیل القدر نے اپنی ہاتھوں سے فرمائی۔ واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسماعیل ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم۔

پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ۳۵ برس کی عمر میں خود اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔ پتھر ڈھوئے حجر اسود کو اپنے ہاتھ مبارک سے اُس مقام پر رکھا جہاں اب موجود ہے۔ اور طواف و حج وغیرہ کے موقع پر اسے بار بار چوما اور استلام فرمایا۔ خانہ کعبہ کے طواف فرمائے۔ ملتزم کے ساتھ چمٹ گئے، اور روئے، گڑگڑائے، آخر دم تک خانہ کعبہ کی طرف نمازوں میں رخ فرمایا۔ خداوند کریم نے بیت اللہ کو جسے انبیاء نے اپنے سجدوں سے آباد رکھا "اپنے گھر" کا خطاب دیکر اسکی نسبت اپنی طرف فرما دی اور اس طرح اسکی عظمت اور احترام پر دائمی مہر لگا دی ——

بھائیو! مسلمان تو عاشقِ خدا ہے والذین آمنوا اشد حباً للہ۔ کی بناء پر سب سے زیادہ عشق رکھے گا۔ اور عاشق اپنی ساری کمائی جان و مال محبوب حقیقی پر بیچ دیتا ہے، سب کچھ اُس کی راہ میں لٹاتا ہے، نہ چین نہ راحت کی فکر نہ گھر بار کی اُسے ہر وقت محبوب کی تلاش رہتی ہے۔ کو بہ کو اور صحرا بہ صحرا حیران و سرگردان پھرتا رہتا ہے کہ کسی طرح محبوب سے ملاقات ہو جائے، دنیا کے عشاق کو دیکھئے کہ کھانا پینا۔ فیشن، صفائی، آرام، لباس اور تعیش سب کچھ چھوڑ کر دیوانے نکل جاتے ہیں۔ تو جو لوگ اللہ تعالیٰ سے جو کہ محبوب حقیقی ہے معشوق حقیقی ہے عشق رکھیں انہیں صبر کیسے ہو سکتا ہے وہ ضرور حج اور عمرے کی شکل میں اس کے گھر کی زیارت کریں گے۔ محبوب سے ملاقات نہ ہو تو اس کی جلوہ گاہ سے تسکین ہو جاتی ہے، دیوانہ وار طواف کرتے ہیں کہ کسی گوشے میں تو محبوب کی جھلک نظر آجائے، بے چینی بڑھ جائے تو شہر مکہ چھوڑ کر منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کی خاک چھانتے ہیں، اور مارے مارے پھرتے ہیں کہ شاید یہاں جلوۂ یار نظر آجائے۔ یہاں تک کہ عشق کے سوز و گداز میں اپنے آپ کو قربانی کے لئے منیٰ کے میدان میں پیش کر دیتا ہے۔

مگر مالک حقیقی کا حکم ہوا کہ تم اپنے آپ کو قربان گاہ پر قربانی کیلئے پیش نہ کرو، بلکہ حیوان کی قربانی تمہاری قربانی کے بدلہ میں ہمیں منظور ہے۔ حضور کا ارشاد ہے :

تابعوا بین الحج والعمرۃ فانہما ینفیان الفقر والذنوب۔ لبشارۃ ہے کہ حج کی وجہ سے فقر اور گناہ دور ہو جاتے ہیں۔

اولاً تو عاشق کو محبوب کی تلاش میں مادی نقصان اور مال کی پرواہ ہی نہیں ہوتی، لیکن اگر کسی کو فکر ہو کہ سارا مال خرچ ہو جائے گا تو فقیر بن جاؤں گا۔ تو حضورؐ نے ایسے لوگوں کو خوشخبری دی کہ بظاہر تو عمر بھر کی کمائی حج میں لگ گئی مگر درحقیقت حج کی خاصیت یہ ہے کہ یہ تو پرانی غربت اور فقر کو بھی کاٹ دیتی ہے اور یہ تو تجربہ شدہ چیز ہے کہ گو ہر جگہ مال خرچ کرنے سے فقر آتا ہے مگر حج کے بعد رزق کی فراخی بڑھ جاتی ہے۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ حج گناہوں کو بھی ختم کر دیتا ہے، حضورؐ نے فرمایا کہ جس نے حج کیا اور ہر قسم کے رفث ، فسوق و فجور، اور اس کے دواعی اور فحش باتوں سے بھی بچتا رہا، نماز با جماعت قضا نہ کی، ہاتھ پاؤں نظر قابو میں رکھے اور خاص طور سے باہمی جنگ و جدال اور گالی گلوچ سے بھی بچتا رہے اور خصوصیت سے جنگ و جدال سے بچے ولا جدال فی الحج کہہ کر اس لئے منع کیا گیا کہ سفر کی معیت اور ساتھیوں کا ایک دوسرے سے مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے جھگڑوں کی نوبت بہت آتی ہے۔ یہ ہمارے طلبہ اور حجاج حضرات کے جھگڑے ایک جیسے ہوتے ہیں کہ معمولی سی ناگوار بات پر آمادۂ جنگ ہو جاتے ہیں ورنہ وہاں تو زر، زن، زمین ہو جنگ کی بنیاد ہوتے ہیں، کا جھگڑا نہیں ہوتا بلکہ کام کاج میں ساتھیوں کا جھگڑا ہو جاتا ہے، تو اللہ نے روک دیا کہ لڑائی جھگڑا بالکل نہ کرو نہ کسی کو اذیت پہنچاؤ۔ اگر کوئی بات ایسی پیدا بھی ہو جائے تو صبر سے کام لو اور وہاں قدم قدم پر اللہ ایسے مواقع سے آزمائش کراتا ہے، ہم جب جدہ اترے تو شام کا وقت تھا تو پہلے تو جگہ نئی اور نا معلوم پھر کسی سے دریافت کرتے تو وہ درشتی اور سخت کلامی سے پیش آتا تو گویا ہر مرحلہ پر ضبط کا دامن تھامنا ہو گا، ایسے وقت میں عاشق کا کام یہ ہے کہ تکالیف اور برے بھلے کی پرواہ نہ کرے پھر باشندگان حرمین سے تو اس لئے بھی شکوہ نہ کیا جائے کیونکہ حضرت آدمؑ سے لیکر اب تک لاکھوں اور ہزاروں حاجیوں سے ہر وقت انہیں واسطہ پڑتا رہتا ہے اور ان کے لئے حاجیوں کا آنا کوئی نئی بات نہیں۔

بہرحال جب ہم مجازی عشق میں برے بھلے کی پرواہ نہیں کرتے تو عشق حقیقی میں کیا مجال کہ اُف تک کیا جائے۔ اسے تو جتنی تکلیف پہنچے اتنی ہی خوشی محسوس کرے گا، اللہ کی راہ میں حرف

شکایت زبان پر نہ لائے گا سختی اور درشتی سے کسی کو جواب نہ دے گا۔ حرمین الشریفین کے مجاورین اور پڑوسیوں سے ہر حالت میں اعزاز و اکرام سے پیش آنا چاہیئے، اور کسی بات میں نکتہ چینی نہ کی جائے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ نے لکھا ہے کہ نواب چھتاری ایک دفعہ مدینہ طیبہ گئے، زبان سے ایک دفعہ ناگواری سے نکلا کہ مدینہ طیبہ کا دہی تو ترش ہے، رات خواب میں حضور اقدسؐ کی زیارت ہوئی اور ڈانٹا کہ مدینہ کا دہی ترش ہے تو جاؤ مدینہ سے نکل جاؤ، بیدار ہوئے تو پریشان تھے اور کہا کہ غرق ہوا، اب اس کا کیا علاج ہوگا۔ کسی بزرگ سے ذکر کیا تو کہا کہ حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر جاکر روؤ اور معافی مانگ لو۔ گیا، رویا، استغفار کیا، رات خواب میں حضرت حمزہؓ کی زیارت ہوئی اور انہوں نے فرمایا کہ عقلمندی یہ ہے کہ ابھی نکل جاؤ، ورنہ ایمان خطرہ میں ہے، گویا حکم ہوا کہ یہاں نوابی اور امیری کا ٹھاٹھ نہیں چلے گا۔ اگر حکم کی تعمیل میں پس و پیش کیا تو ایمان سلب ہو جائے گا۔۔۔۔ تو یہ منزل عشق ہے۔ اس کا احترام اور ادب قائم رکھنا بہت ضروری امر ہے۔ یاد رہے کہ وہاں اکڑ اور بے ادبی سے کام نہیں چل سکتا۔

الغرض حضورؐ نے ان تمام آداب کو ملحوظ رکھنے والے کو بشارت دی کہ حج مبرور کی جزا جنّت ہی ہوگی، کوئی دوسری چیز نہیں۔ مقبول کی علامت یہ ہے کہ حج میں کوئی خلاف شرع بات نہ کرے اور حج کے بعد اس کی زندگی کے اعمال حج سے قبل کی زندگی سے بہتر ہو جائیں۔ حج سے قبل جو معاصی اور اعمال سیئہ ہوتے تھے اب حج کے بعد اعمال صالح کرتا رہے اور اعمال سیئہ کو ترک کرے تو حج مقبول و مبرور ہے۔ اور اگر پہلے سے زیادہ دنیا کو رغبت اور انہماک ہے نیکی کی طرف جذبہ کم ہے اور بدی سے اجتناب نہیں تو سمجھیئے کہ حج مقبول اسے نصیب نہیں ہوا، اور ایک حدیث میں حضورؐ نے فرمایا کہ حج مقبول پانے والا حاجی جب گھر لوٹتا ہے تو معاصی اور گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے کہ بچہ ابھی پیدا ہوا ہو۔ رجع کیوم ولدتہ امہ۔ بچہ پیدائش کے وقت گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ اس طرح حج مقبول تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

حج مقبول کیلئے عالم باعمل کی رہنمائی اور رفاقت بہت بہتر ہے تاکہ مسائل بھی معلوم ہو سکیں۔ اور نہ جماعت فوت ہو نہ مناسک میں نقصان آئے، ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن بیت اللہ شریف دلہن کی پالکی کی طرح سجا سجایا ہوگا، اور جن لوگوں نے حج کیا ہو، اس کا طواف کیا ہو، حجر اسود کو چوما ہو وہ اس کے دامن کو پکڑ لیں گے۔ اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ یہ حصہ جنّت میں چلا جائے تو جتنے حجاج بھی اس کے ساتھ چمٹے ہوں گے، وہ بھی ساتھ چلے جائیں گے۔ حضورؐ نے

اُس شخص کے بارہ میں جس پر حج فرض ہوا، اور اس نے ادائیگی میں کوتاہی کی، فرمایا کہ مجھے اس کے بارہ میں کوئی پرواہ نہیں کہ یہودی مرجائے یا نصرانی ہو کر مرجائے۔ جس آیت میں فرضیت حج کا ذکر ہے اس میں بھی اس فریضہ کی عدم ادائیگی پر "ومن کفر" کا لفظ مرتب کیا ہے کہ جس نے حج نہ کیا گویا اس نے کفر اختیار کیا۔ عنوان اور تعبیر بہت سخت ہے جیسے کافر حج نہیں کرتے اس شخص نے بھی اُن کی طرح حج نہ کیا۔ پھر اس سے زیادہ سخت اور جانکاہ اعلان ہے فان اللہ غنیٌّ عن العالمین۔ کہ بے شک ایسے لوگوں سے اللہ بے نیاز اور بے پرواہ ہے۔ اور جنہیں عشق و محبت ہو ان لوگوں کو اس سزا کی تلخی اور شدت کا احساس ہو سکتا ہے۔ عاشق کیلئے محبوب کی بے نیازی ایسی سزا ہے جس سے بڑھ کر کوئی مصیبت اور تکلیف نہیں ہو سکتی، اس لئے حاجی امداد اللہؒ فرمایا کرتے تھے کہ میرے نزدیک آخرت کی بدترین سزا اور عذاب وہ ہے جسے اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ لا یکلمھم اللہ ولا ینظر الیھم۔ پس نہ تو اللہ ایسے لوگوں سے بات کرے گا اور نہ نظر شفقت سے نوازے گا۔۔۔ کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون۔ یہ لوگ قیامت کے دن خدا کے دیدار سے محروم و محجوب رہیں گے، یہ لوگ اللہ کو نہ دیکھ سکیں گے۔

تو یہ تکلیف و مصیبت جہنم میں داخل ہونے سے زیادہ ہوگی۔ حج کی ادائیگی میں کوتاہی اور غفلت کا وبال بھی بہت سخت ہے۔ حج مقبول کے لئے اتنی بات ضروری ہے کہ دیگر عبادات کی طرح حج و عمرہ بھی خالص اللہ کی رضا کی خاطر ہو۔ نام و نمود اور نمائش یا سیر و سیاحت اس کا مقصد نہ ہو۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت سے پہلے ؟ اغنیاء و امراء سیر و سیاحت اور اوسط درجہ کے لوگ تجارت اور مالی منافع کیلئے، علماء قرآء نام و نمود اور فقراء بھیک مانگنے کے لئے بھی حج کیا کریں گے۔

تو حج محض رضائے مولیٰ اور ادائے فرض کی خاطر ہونا چاہیئے، اگر نیت صحیح ہے تو ایسے لوگ حج کی قبولیت کے لئے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں۔ علی بن موفق فرماتے ہیں کہ میں نے عرفہ کی رات خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے ایک دوسرے سے بات چیت کر رہے ہیں ایک نے پوچھا حجاج تو بہت ہیں، کن کا حج قبول ہوا۔؟ دوسرے نے جواب دیا کہ صرف چھ آدمیوں کا قبول ہوا۔ بیدار ہوئے تو رونے لگے کہ میں تو یقیناً ان چھ میں نہیں ہوں گا۔ اس لئے میرا حج بھی مقبول نہ ہوا ہوگا۔ دوسری رات سوئے تو پھر وہی فرشتے اور ان کی گفتگو خواب میں دیکھی اور فرشتے نے دوسرے کو کہا کہ ان ۶ افراد کی وجہ سے اللہ نے سب حاجیوں کا حج قبول کر دیا تو خوش ہوئے

اور اجتماعی عبادات نماز باجماعت وغیرہ میں یہی فائدہ ہوتا ہے کہ بعض افراد کی برکت سے قصوروار لوگوں کا ٹوٹا پھوٹا عمل بھی قبول ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ حج کا ارادہ کرنے والے بعض مخلصین کے اعمال کی وجہ سے حجاج کا حج قبول ہو جاتا ہے۔ وہ حج تک نہ بھی پہنچ سکے ہوں ان کے اخلاص جذبۂ شوق اور کسی اور عمل کا وزن سب پر بھاری ہو جاتا ہے۔

ایک بزرگ نے حج کیا رات کو خواب دیکھا، فرشتے نے کہا کہ صرف ایک آدمی کا حج قبول ہوا اور اسکی وجہ سے سب حاجیوں کا حج بھی قبول ہوا مگر وہ شخص خود حج میں شریک نہیں ہوا۔ وہ شخص بیدار ہوا اور حج سے فراغت کے بعد اس کی ٹوہ میں لگا رہا، خواب میں نشان اور علامت معلوم ہوئی تھی، تلاش کرتے کرتے بالآخر اس کے پاس پہنچے وہ شہر سے باہر کھیتی باڑی کر رہا تھا۔ اُس کو واقعہ سنایا اور حالات اس سے دریافت کئے کہ تم حج پر بھی نہیں گئے اور حاجیوں کا حج تمہاری وجہ سے قبول ہوا۔ اُس نے کہا کہ میں نے کچھ پونجی اکٹھی کی تھی سفر حج کے لئے۔ ایک دن میرے پڑوسی نے اپنے گھر میں گوشت پکایا تھا، میرے بچے اس سے ترکاری مانگنے کیلئے گئے، اس نے کہا یہ تمہارے لئے حرام ہے، پھر بطور شکوہ اس سے ذکر کیا۔ اس نے کہا کہ میرے بچے بھوک سے تڑپ رہے تھے تو میں نے ان کے لئے مردار کبوتر پکایا، تو میں تو مضطر تھا اور تم غنی ہو، اس لئے نہ دیا کہ تمہارے لئے وہ حرام تھا۔ میں نے وہ پونجی اس کو دیدی کہ اسے تجارت میں لگا دو، خود اگلے سال حج پر جانے کی کوشش کروں گا۔ اسی طرح جو لوگ ہر سال اخلاص اور محبت سے کوشش کرتے ہیں مگر حکومت کی بے جا پابندیوں کی وجہ سے اُن کا نام قرعہ میں نہیں نکلتا، انہیں بھی اللہ کی طرف حج کے برابر اجر و ثواب کی امید رکھنی چاہیئے۔ فضیلت و ثواب تو مل ہی جاتا ہے۔ گو قانونی حج سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا۔ وہ تو جب بھی موقعہ میسر ہوا، لازمی ہوگا، مگر اس وقت جو صدمہ اور تکالیف ناکامی کی وجہ سے ہوئی، شاید اسکی وجہ سے اوروں کا حج بھی قبول ہو چکا ہو۔ اب ایک بات اور سن لیں کہ حاجی جب سفر حج پر روانہ ہو تو اس سے مل کر دعا کی درخواست کرنی چاہیئے۔ شہرت اور نام و نمود کے لئے ہنگامہ نہیں ہونا چاہیئے واپسی میں بھی جب تک حاجی گھر بار کی آلائشوں سے پاک ہو دعا لینی چاہیئے کیونکہ وہ واپسی میں گناہ سے پاک ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ مصافحہ کریں، سلام کریں کہ اس نے حجر اسود اور بیت اللہ کو مس کیا ہے۔ اس وقت وہ معصوم عن المعاصی ہے، اللہ کے گھر سے آیا ہوا مہمان ہے ـــ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بار بار حج مقبول و مبرور نصیب فرماوے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ ❞